پاکستان کی قومی ثقافت کا تصوّر

عادل سعید قریشی

Adil Saeed Qureshi

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Hazara University, Mansehra.

ڈاکٹر نذر عابد

Dr. Nazar Abid

Department of Urdu,

Hazara University, Mansehra.

Abstract:

Culture is an old debate in literature and social science, without culture no society exists and it cannot function at all. In this article a study of the theory of Pakistan's culture is conducted and tried to identify the influences of sub-continent elements on this Islamic culture. Pakistan needs clear and valid concept of its culture so that new generation can own it and accept this culture as their identity. We as Pakistani should acknowledge and accept the local and native factors and influences on our culture becuse it was ultimate result of our geographic factors this point is the core debate of this article.

پاکستان کی قومی ثقافت کے بار یار ارباب فکر ونظر نے خاصا کام کیا ہے گو یہ کام سنجیدگی اور متانت سے کیا گیا لیکن کچھ احباب کو کچھ اساسی نکات کی تفہیم میں مغالطہ بھی ہوا ہے جس کے نتیجے میں کچھ ابہامات نے جنم لیا اور قوم کے ایک طبقے کو متنفر اور گمراہ کرنے کی وجہ بنی۔ پاکستان کی قومی ثقافت کا قضیہ بنا اس وجہ سے ہے کہ یہ ثقافت کی اصطلاح اگست ۱۹۴۷ء کے بعد وجود آئی اس لیے اس کو اپنی نئی حدود اور اہلیان کے لیے ایک رسمی تعارف کی حاجت تھی اور کسی حد تک ہے، چونکہ اس کی عمر کم ہے اور اس کے ہمسایہ ثقافتوں کی عمریں اس سے خاصی بڑی ہیں۔ ظاہر ہے ثقافت کی عمر ہی اس کے رنگ ڈھنگ کو متعین کرتی ہے تو پاکستانی قومی ثقافت کو ابھی ایک عمر چاہیے ہوگی کہ وہ ان خدوخال کو مضبوط اور محکم کرے جو اس کی اصل اور خمیر کی نشان دہی کریں۔ لیکن ''ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات'' کی مثال یہاں صادق آتی ہے۔ پاکستانی ثقافت آج بھی اہل فکر کو دعوت دیتی ہے کہ کئی توجہ طلب اور سنجیدہ امور آج ستر سال بعد بھی موجود ہیں جن پر سوچا اور لکھا جائے تو پاکستان کا تصور ثقافت نکھرے گا۔

انفرادی سطح پر پاکستان کے تصور قومی ثقافت پر کانفرنسیں، سیمینار اور مذاکرے ہوئے بھی اور تھوڑا بہت کام کیا گیا

ہے۔ تا حال اس ضمن میں تحقیقی اور معروضی کام کی گنجائش سب سے زیادہ ہے۔ فیض احمد فیض، وحید عشرت، ڈاکٹر عطش درانی، نصیر احمد ناصر، شان الحق حقی، عبادت بریلوی اور سب سے بڑھ کر علامہ اقبال نے اس ضمن فکر انگیز کام کیا ہے۔ مزید بھی اس حوالے سے مکالمات اور مذاکرات کی صورت بنتی رہی ہے۔ اس خطے میں بسنے والے افراد کے ہاں مقامی ثقافتوں کے ساتھ ایک اجتماعی ثقافت کا گہرا رشتہ تھا اور ہے لیکن اس رشتے میں ایک پس منظری تبدیلی بہر حال آئی ہے جس کو معروضی طرز پر نہ دیکھا جائے گا تو ایسے ہی ابہامات جنم لیں گے جو ہماری پاکستانی قومیت کے لیے سم قاتل ہوں گے۔ ثانیاً ایک ایسا منفی سوچ کا حامل گروہ اندرون پاکستان اور بیرون پاکستان جو عجیب و غریب سوالوں اور اعتراضوں کو پھیلا رہا ہے تاکہ اس سرزمین کے باسی اپنی نظریہ پاکستان اور پاکستان کے وجود کے بارے میں تشکیک کا شکار ہوں اور ملک خداداد کی بنیادی کمزور ہوتی جائیں۔ پاکستان کے تصورِ قومیت کا معاملہ کو مشکل اور ٹیڑھا نہیں ہے لیکن کم فہم اور شکی مزاج اہل دانش نے اس کو گھمبیر بنانے میں محو ہیں۔ اس معاملے میں چند عام اعتراضات جو سامنے آئے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ پاکستانی کی ثقافت میں مقامی ثقافتوں سے بعد ہے جس کی وجہ سے علاقائی ثقافتیں سندھی، پنجابی، بلوچی ثقافتیں وغیرہ پاکستانی ثقافت سے دور ہیں۔

۲۔ تاج محل، لال قلعہ یعنی فن تعمیر، معین الدین چشتی، نظام الدین اولیا یعنی تصوف، تان سین اور طوطی ہند خسرو یعنی موسیقی، ملا وجہی اور مرزا غالب یعنی ادب، شاہ ولی اللہ اور قاسم نوتوی و رضا احمد خان یعنی فقہی ادب، سب متحدہ ہندوستان سے وابستہ ہے (۱) ہم اس کی وراثت سے کیسے فیض یاب ہو سکتے ہیں یا کیسے اس کو اپنا قرار دے سکتے ہیں۔ اس سب کا تعلق سرزمین پاکستان سے جو نہیں ہے۔ (۲)

۳۔ سوائے گندھارا کے باقی ساری تاریخی تہذیبیں بھی موجود پاکستان میں ہیں نہ نہیں پلی بڑھیں لہذا پاکستان ان میں سے کسی پر بھی حق نہیں رکھتا۔

۴۔ اسلام کو اولیت دی جائے تو ہندی اثرات دبتے ہیں اور اگر ہندی اثرات کو یعنی جغرافیائی اثرات کو اولیت دیں تو اسلامیت دبتی ہے۔

۵۔ پنجابی، سندھی، بلوچی، پشتو اور (بنگالی) ان کو یکجا کر کے ہم قومی تہذیب بنالیں وغیرہ۔

بحث برائے بحث کے لیے یہ اعتراضات بہت جاندار اور کلیدی ہیں لیکن بحث برائے حل کے لیے بیک قلم رد کیے جانے والے اعتراضات ہیں۔ پاکستان، متحدہ ہندوستان سے الگ ہوا تو اس نے سرکار خزانہ بھی تقسیم کیا اور پانی بھی تو کیا معین الدین چشتی، خسرو ملاوجہی و غالب علی ہذا القیاس کو بھی تقسیم کرنا تھا کیا؟ اس ادعائی وراثت سے کیا نقصان ہونے والا ہے یا ہم نے بحیثیت پاکستانی کس سے اجازت لینی ہے کہ غالب پر یا تاج محل پر ہمارا حق ہے یا نہیں، یا یہ کون سی ایجنسی ہے جو یہ کہے کہ چونکہ ان سب کا تعلق متحدہ ہندوستان سے تھا لہذا آج کراچی اور لاہور والے ان کے وراث نہیں۔ سچ تو یہ ہے ناخلف اولاد عاق کر دی جاتی ہے اور سپوتوں کو تو ہمسائے بھی لختِ جگر مانتے ہیں۔ اس اصول پر تو پھر ہم عربی زبان کی آذان، قرآن سے بھی نعوذ باللہ ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ تاج محل آگرہ میں ہو کہ لاہور میں وہ اسلامی طرز تعمیر کی نشانی ہے۔ اُردو لکھنو اور دہلی کی مادری زبان تھی اور آج پاکستان کی قومی، سرکاری ہے اور جلد دفتری زبان بھی ہو جائے گی۔ اس اردو کے جغرافیائی حدود بھی تو موجودہ پاکستان میں نہیں رہیں۔ اس طرح اردو شاعری میں ایرانی شعرا کے اثرات سے انکار نہیں ممکن تو پاکستانی ادب پر متحدہ ہندوستان کے شعرا سے

انحراف چہ معنی اور یہاں ایک اور دلیل جو کہ ہزار دلیلوں پر بھاری ہے کہ متحدہ ہندوستان سے علیحدگی ہماری شکست نہیں، جیت ہے اور متحدہ ہندوستان پر ہماری ہزار سالہ تاریخ ہے۔ ہم اپنی اور ہندوستان کی تاریخ، تہذیب، ثقافت میں کبھی بھی تفریق نہیں کر سکتے۔ ہمارا ہر حوالہ اسی جغرافیائی سچ کے ساتھ آئے گا۔ اس حقیقت سے متعصب ہندو بھی انکار نہیں کر سکتے اور اگر کریں گے بھی تو لاکھ دلیلیں دیں گے جیسے آنند کمار سوامی نے مغلیہ آرٹ کے فن پاروں کو ہندوستانی فن کے جائزے میں شامل کرنے سے انکار کر دیا جس پر بات کرتے ہوئے لارنس بن یون نے سخت الفاظ میں احتجاج ریکارڈ کرایا۔ بہر طور مدعا اس ساری بحث کا یہ تھا کہ غالب و میر اور دیگر تعمیرات مغلیہ سب مشترکہ ہیں یہاں پاکستان میں ہوں یا ہندوستان میں اور اس بات کو رد کرنے کا کون یارا رکھتا ہے جو ہندو ''اردو'' زبان کو ہی سرے سے ماننے سے انکار کر دے وہ کس لائق ہوگا۔ یہ خلط مبحث ہیں کہ جغرافیائی حدود اور تاریخ حدود اور ثقافتی عرض بلد اور طول بلد کی پیمائشیں کرتا پھرے۔ اصل بات جو روز روشن کی طرح ہے کہ مسلمان اور ہندو دو قومیں ہیں جن کا اکھٹے گزارا ممکن نہیں تھا لیکن مسلمانوں کی مذہبی رواداری، وسیع المشربی، اعلیٰ طرز حکومت اور حکمرانوں کے سیکولر طرز انداز نے تو انہیں پندرہ سو سال تک ان کو باہم اکھٹے رکھا لیکن جونہی مسلمانوں کی حکومت گئی اور طرز حکومت میں بھی بدلاؤ آیا تو یہ متعصب غلام قوم مسلمانوں کے تشخص اور بقا کے درپے ہوگئی۔ (۳) بامر مجبوری مسلمانوں نے مہابھارت کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کی اور حق پر ہونے کی بموجب ۱۴ اگست کو ایک اسلامی نظریاتی مملکت نے وجود پایا۔

اس تقسیم کی وجوہ ایک سے زائد تھیں لیکن غایت اولیٰ دین اسلام یعنی اسلامی تشخص کا تحفظ تھا۔ اسلامی تشخص سے مراد اسلامی ثقافت، کلچر اور تہذیب ہی تھی اور یہ کوئی ڈھکی چھپی حقیقت نہیں تھی۔ عام مسلمان یہ جانتا تھا کہ پاکستان کا قیام تعلیمات نبویؐ کی تعمیل و تکمیل ہے کہ انھوں نے مدینہ کی ریاست کو اسلامی ثقافت کے لیے چنا تھا اور پاکستان کو یہی اعزاز حاصل ہوا ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح کے افکار عالیہ بھی اس باب میں نہایت واضح ہیں:

> ''اسلام اور ہندو دھرم محض مذاہب نہیں بلکہ درحقیقت دو مختلف معاشرتی نظام ہیں۔ ہندو اور مسلمان مل کر ایک مشترکہ قومیت تخلیق کر سکتے نہیں۔'' (۴)

اس مختصر سے اقتباس سے نے ساری بحثیں ہی ختم کر دیں کہ مسلمان جو ثقافت ساتھ لائے تھے، وہ ہندی اثرات سے ہندی ثقافت سے جدا رنگ ڈھنگ میں ڈھل گئی۔ ان کا مذاق، طرز، تقاضے اور غیر تحریری تعزیرات ہر چیز دوسری ثقافت سے جدا ہو گئیں بلکہ وہ جس ایرانی یا افغانی یا ترک ثقافت کے دعویدار تھے اس کو ہی بدل بیٹھیا و رانہیں اس کا مطلق افسوس نہیں کیونکہ ان کی اس ثقافت نے سب ثقافتوں سے الگ، ثروت منداور خوش رنگ ہند اسلامی ثقافت کا رنگ روپ دھارا اور مسلمانان ہند کو اپنی اس ثقافت سے غیر مشروط محبت ہے۔ ہندوستان میں اب دو تہذیبی یا ثقافتی صورتیں منظر عام پر تھیں ایک ہندوؤں کی ثقافت اور دوسری ہندی مسلمانوں کی ثقافت، اور پھر ایک ثقافت تقسیم ہند کے نتیجے میں الگ وطن میں آ گئی۔ ہجرت کے سوا اس پر کوئی اثرات نہیں پڑا لیکن اس تقسیم نے ان ثقافتوں کی بٹوارے کو تین صورتیں دیں۔ ایک ہندو قوم کی ثقافت، دوم پاکستانی قوم کی ثقافت اور تیسری ثقافت ہند مسلم ثقافت کہ جو مسلمان ہندوستان ہی رہ رہے ہیں وہ ان کی ثقافت ہے۔ اب پاکستانی ثقافت جب ہندوستان کے سارے علاقوں سے ہجرت کر کے سندھ، بلوچستان، خیبر پختونخوا، آزاد کشمیر، گلگت پہنچی تو بہت سی چیزیں بدل گئیں مثلاً جغرافیائی حالات، طبعی صورتیں، علاقائی ثقافتیں، اقوام کے مزاج اور طرز معاشرت، خوراک اور لباس کے تقاضوں میں تفوق، اقلیتی انداز سے اکثریت اسلوب کے اثرات پڑ رہے اور مزید بھی یہ سلسلہ چلتا رہے گا لیکن پاکستانی ثقافت کا ڈھانچہ

اپنے آپ میں خالصتاً ہندی ہے اور اس ہندی ڈھانچے کے سارے اجزا، ارکان اور ان کی ترتیب وترکیب اس ثقافت کا سرمایہ افتخار ہے کیونکہ یہی وہ روپ سروپ ہے جو پاکستانی تہذیب کو سوڈانی، ملائی، انڈونیشیائی، ایرانی، افغانی، ازبکستانی، بنگلہ دیشی، مصر وترکی کی ثقافت سے ممتاز کرتی ہے ورنہ پاکستان ثقافت بھی ان ہی کی طرح سے ایک اسلامی تہذیب ہے۔

یہاں ایک اعتراض یا معمہ ابھرنے لگتا ہے کہ ہندی ڈھانچہ ہے تو کیا اب ہم اس ڈھانچے کا ماخذ قدیم ہندوستان، آریائی تہذیب، موہنجوداڑ واور ہڑپہ یا گندھارا سے جوڑیں؟ تو اس سوال، معمے اور اعتراض پر پاکستانی اہلِ قلم تذبذب کا شکار ہو جاتے ہیں کہ اگر اس سوال کا جواب اگرنفی میں دے دیا تو پھر پاکستان ثقافت کا مقامی رنگ ماند پڑ جائے گا اور ایک واویلا مچ جائے گا کہ یہ ثقافت جغرافیہ سے اور زمین سے کٹ کر کیسے جی پائے گی اور ہم لاجواب ہوجائیں گے اور اگر ہم حامی بھرلیں تو پھر چندرگپت موریا سے لے کر واجپائی اور مودی تک کو ماننا پڑ جائے گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان جب ہندوستان میں آئے تو ان کا مشن اور منشور ثقافت کی ترویج اور ترقی نہیں تھا بلکہ حکومت تھی۔ اسی حکمران طبقہ کی ثقافت کو چندرگپت موریا، پرتوی راجاؤں، راجہ داہر کی اولاد نے نہ صرف اپنایا بلکہ ترقی بھی دی۔ ہندوؤں کی ثقافت کو مسلمانوں کی خوش اسلوبی، خوش لباسی، کشادگی، جدت تعمیر، اعتدال، رواداری، نظام اخلاق اور معاشرت کی ندرت نے چار چاند لگا دیےچونکہ مذہب دونوں کے ہاں اساسی حیثیت رکھتا تھالہذا دونوں نے مذہب کی ڈھال لے کر اپنی اپنی انفرادیت کو قائم رکھا۔ انھوں نے رگ وید اور رامائن اور کروڑوں بتوں کو صحنوں میں رکھا تو مسلمانوں نے اپنے رب کی وحدانیت سے قلوب واذہان کو روشن رکھا۔ مسلمانوں نے گوشت کھانا نہ چھوڑا تو انھوں گوشت کھانا شروع نہ کیا مسلمانوں ناچ گانے کو نہ اپنایا تو انھوں نے کثرت ازواج سے صلح نہ کی۔ دونوں قومیں اپنے تشخص اور انفرادیت کی حریص تھیں اور ہیں لہذا انھوں اُردو اور فارسی کو مسلمانوں کی قوت اور طاقت کے دور میں اپنالیا لیکن اپنی سنسکرت اور اشلوکوں کو بھی سینوں میں محفوظ رکھا اور لطیفہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے ان کے مذہب کے ساتھ اور ان کے ثقافتی اقدار کے ساتھ چھیڑ خانی بھی نہیں کی ہے اور ہندی ثقافت والوں نے اپنی ثقافت پر پڑنے والے اسلامی اثرات کے لیے کوئی توجیہیں اور دلیلیں نہیں ڈھونڈیں، ہنداسلامی ثقافت یعنی وہ مسلمانوں کی ثقافت جو تاحال ہندوستان میں ہی پرورش پا رہی ہے، وہاں بھی ایسے مبحث نہیں اٹھ رہے تو پھر یہاں کیوں؟ اس ساری بحث کا جواب یہ ہے کہ ہندی اثرات جو پاکستانی ثقافت نے قبول کیے وہ سب کے سب اسلام کی تعلیمات اور سنت نبویؐ کے موافق تھے لہذا ان کے آجانے سے اس ثقافت کا رنگ نکھرا ہوا اور سنورا ہے اور ہمیں بحیثیت قوم ان اثرات سے سے کوئی مسئلہ نہیں بلکہ ہمیں یہ اثرات عزیز ہیں کیونکہ ہم تعصب سے پاک قوم ہیں۔ ثانیاً ان اثرات کے لیے کسی علاقے اور زمانے میں مسلمان قوم نے شعوری کاوش نہیں کی سوائے اس کے مسلمانوں نے ان تمام ثقافتی اور معاشرتی اثرات کو یکسر رد کیا جو اسلام سے متحارب تھے مثلاً ستی، سود، ذات پات، بت پرستی وغیرہ اب ہمیں اس بات پر اپنا یقین پختہ کر لینے کی ضرورت ہے کہ پاکستانی ثقافت ہندی ڈھانچے یا اثرات کے لیے ہمیں کسی بھی وضاحت اور توجیح کی ضرورت نہیں اور نہ ہی کوئی ہمیں یہ کہہ سکتا ہے کہ تمہاری اسلامی ثقافت میں فلاں فلاں رسم ورواج، میلے ٹھیلے ہندی نژاد ہیں۔ اس ساری بحث جواب فیض احمد فیض کا یہ سوال ہے جو وہ اپنے مضمون میں پوچھتے ہیں:

> ''پہلا سوال تو یہ ہے کہ آپ پاکستانی تہذیب (ثقافت) کو ایک طرف ہندوستان اور دوسری طرف باقی اسلامی ممالک سے ممیّز کیسے کریں؟ یعنی اس تہذیب کو جس کو آپ پاکستانی تہذیب کہتے ہیں۔ اس کی شخصیت اور اس کی انفرادیت کیسے متعین کی جائے۔''(۵)

آگے چل کر فیض احمد فیض اس کا جواب بھی دیتے ہیں کہ ہماری ثقافت اسلامی ثقافت ہے جو ہندوستان کے جغرافیائی اور معاشرتی تقاضوں کے بیچ سے پنپی اور آج ایک تناور درخت ہے۔ یہ ان کی ذاتی رائے نہیں یہ ایک حقیقت ہے جس پر چند کم فہیم مفکرین نے شکوک وشبہات کا چھڑکاؤ کیا ہوا ہے۔ جیسے ہندو اپنی یعنی ہندی ثقافت پر اسلامی اثرات کی دلیل میں وہ اسلامی تاریخ اور اسلامی ثقافت کی ثروت مندی کا نام نہیں لیتے گو کہ وہ اس عظیم ثقافت کے زیر حکومت ہزار سال سے زائد عرصہ رہے ہیں اور ان کی ثقافت وتمدن خود چیخ چیخ کر اسلامی اثرات کی گواہی دیے جا رہے ہیں مگر ان کے مفکرین اور عالم اسلام کا حوالہ نہیں دیتے تو پھر ہم کیوں اپنی ثقافت کے ڈانڈے جبراًاور کراہاً نہیں بلکہ مبنی برحق ہوتے ہوئے بھی ان کے چار ہزار سالہ تاریخ میں کیوں ڈھونڈتے پھریں۔سو دلیلوں کی ایک دلیل کہ اسلام نے ہندی ثقافت کے وہی اثرات قبول لے جو اس کے اسلامی مذاق اور مزاج سے ہم آہنگ تھے ناچ کو رد کیا اور موسیقی کو بھی کلی طور پر نہیں لیا۔مجسمہ سازی کے فن سے احتراز برتا، ہولی کی رنگینوں کے بادلوں مسلمان اس کے قریب نہ پھٹکے۔حقہ، پان، سگریٹ پاکستانی ثقافت میں رواج پا گئے لیکن شراب وغیرہ حرام ہی رہی۔شمیم احمد لکھتے ہیں:

''ہر معاشرہ کا ایک سوال، ایک بیج، ایک تقاضا اور مزاج ہوتا ہےجو اس قوم کے جغرافیائی حدود اور حالات اس کی تاریخ نوعیت مذہبی طرز احساس، قدرتی اور فطری کوائف رسم اور زمین کی خاصیت اس کی مخصوص طرز فکر سے وجود میں آتا ہے ہر قوم اس کی ذہنی اور جذباتی شخصیت اسی طرح زمین سے اگتی ہے جس طرح ایک مخصوص بیج سے مخصوص پودا، پھول اور پھل اگتے ہیں۔اگر آپ کسی قوم کی انفرادیت کو نظر انداز کر دیں گے تو اس کو ملکوں اور قوموں کی برادری میں پہچان نہ پائیں گے۔''(۶)

ملکوں اور قوموں کی برادری میں پہچان کے دو حوالے ہیں اول مذہب دوم ثقافت، پاکستان کی قومی ثقافت اسلام کی دین ہے جس کا مزاج ایک اہم پہلو ہندی ہے کیونکہ یہ برصغیر میں پلی بڑھی جس کا سرچشمہ ایرانی ثقافت اور عرب ثقافت رہی ہے اور اس بیج پر ہندوستان کی آب و ہوا اور موسم کے اثرات پڑے ہیں اور ان قابل شمار اثرات کی وجہ سے ہم موہنجوداڑو، ہڑپہ اور گندھارا وغیرہ کی تہذیبی روایات سے اپنا رشتہ نہیں جوڑ سکتے کیونکہ ہمسایہ ہمسایہ ہی رہتا ہے نسبی رشتہ دار نہیں بن سکتا۔اس بات کی سمجھ آ جانے پر منحصر ہے کہ پاکستانی کا تصور قومی ثقافت کوئی ٹیڑھا مسئلہ نہ رہے گا۔

پاکستان کا تصور قومی ثقافت ایک خود مکتفی تصور ہے بس ضرورت اس امر کی ہے کہ اس پر غور وحوض کرنے کے لیے اس تصور قومی ثقافت کو برصغیر کی اسلامی تاریخ کے پس منظر میں دیکھنا ہوگا، دوم اس کو دو قومی نظریہ کی کسوٹی پر بھی جانچنا ہوگا۔سوم پاکستانی کی نوزائیدہ قومیت کی حدود کے لیے بھی اس تصور ثقافت پر نہایت ذمہ داری اور سنجیدگی سے کام لینا ہوگا۔ ہمارا تصور قومیت ایک قابل فہم، فعال اور آزمودہ کار نظریہ ہے اور اس امر کا متقاضی ہے کہ ان کو باقاعدگی سے زیر نظر رکھا جائے اور کے مسائل اور معاملات اور سائنسی کرشموں کے پیش نظر اس روزمرہ وقت کے ساتھ ساتھ کا ریویو کیا جاتا رہے تاکہ اس تصور ثقافت سے نئی نسل کی آگاہی اور تعارف ہوتا رہے تاکہ وہ بے ہودگی اور غیر اسلامی فکر کی دوڑ میں نہ پڑیں اپنی شناخت کے حریص رہیں۔ یہاں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ پاکستانی تصور قومیت ثقافت کو ہر ذریعہ سے عام کیا جائے ٹی وی شوز، ریڈیوز، اخبارات، سوشل میڈیا پر اس پر بات کی جائیاور اس پر وارد ہونے والیا عتراضات اور تحفظات پر کھلے بندوں مذاکرے اور مکالمے کرائے جائیں

تا کہ عوام وخوص دونوں اس تصور پر کامل ایقان لائیں اور کم فہم دوستوں اور پاکستان کے کھلے دشمنوں کے ضرر سے مامون رہیں۔

حوالہ جات

۱۔ فیض،فیض احمد، ہماری قومی ثقافت، ادارہ یادگار غالب، ۱۹۷۶ء،ص:۳۰

۲۔ محمد اکرم، شیخ، ترجمہ: پاکستان کا ثقافتی ورثہ، لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۱۲ء،ص:۱۱

۳۔ ایضاً،ص:۳

۴۔ عطش درانی، ڈاکٹر، پاکستانی ایک نظریہ ایک تحریک، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء،ص:۳۹

۵۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر، کلچر کا مسئلہ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء،ص:۶۷

۶۔ شمیم احمد، ۵=۲+۲، کوئٹہ: قلات پریس، ۱۹۷۷ء،ص:۱۵

☆......☆......☆